مقدَّسات کی تقدیس اور حقیقی پیغامِ پاکستان کی ضرورت!

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
اُستاذ ونگران شعبہ تخصص فقہِ اسلامی، جامعہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان اور ہدایت کا معیار ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہدایت وایمان کا معیار ہیں، جیسا کہ قرآن کریم واحادیثِ مبارکہ سے واضح ہے:

''وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۔'' (البقرۃ:۱۳)

ترجمہ: ''اور جب کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے سب لوگ، تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف! جان لو وہی ہیں بیوقوف، لیکن نہیں جانتے۔'' (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

''وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۔'' (البقرۃ:۴۳)

ترجمہ: ''اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ۔''

''فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔'' (البقرۃ:۱۳۷)

ترجمہ: ''سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے ہدایت پائی انہوں نے بھی اور اگر پھر جاویں تو پھر وہی ہیں ضد پر، سو اَب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد مشکوٰۃ شریف میں منقول ہے:

''مَن کانَ مُستَنًّا ، فَلْیَسْتَنَّ بمن قد ماتَ ، فإنّ الحيّ لا تُؤمَنُ علیه الفِتنَةُ ، أولٰئک أصحابُ محمد – صلی اللّٰه علیه وسلم – ، کانوا أفضلَ هذه الأمة : أبرَّها قلوبًا ، وأعمقَها علمًا ، وأقلَّها تکلُّفًا ، اختارهم اللّٰه لصحبة نبیّهٖ ، ولإقامة دِینهٖ ، فاعرِفوا لهم فضلَهم ، واتبعُوهم علی أثرهم ، وتمسّکوا بما استَطَعتُم من

پہنچ چکے ہیں، ہم اس کا فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں نہ اہل! اگر ہم فیصلہ کر بھی لیں تو متاثرہ فریق کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟! اور موردِ الزام پر کیسے فردِ جرم عائد کرسکتے ہیں؟! ایسے قضایا کے بارے میں قرآن کا فیصلہ یہ ہے:

''تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَہَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ .'' (البقرۃ:۱۴۱)

ترجمہ: ''وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق: جن قضایا میں ہمارے ہاتھ ملوث نہیں ہیں، ان سے ہماری زبان بھی محفوظ رہنی چاہیے:

''سئل عمر بن عبدالعزیزؒ عن عليٍ رضی اللہ عنہ وعثمانؓ والجمل وصفین وما کان بینھم ، فقال: تلک دماء کف اللّٰہ یدي عنھا وأنا أکرہ أغمس لساني منھا.''

(طبقات ابن سعد، ج:۵،ص:۳۹۴۔ تاریخ دمشق، ج:۵،ص:۱۳۳)

۶:.....صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات سے باہمی اخوت اور مرحمت کا تعلق ختم نہیں ہوا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان انتظامی ولفظی اختلاف تو ہوسکتا ہے، یہ فطری امر ہے، لیکن اس کو ان کی باہمی دشمنی یا صحابہؓ سے دشمنی کا جواز بنانا، بتانا اور کسی کی شان میں کمی کرنا قطعاً حرام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی احترام، رحمت اور عقیدت ''رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ'' جیسی نصِ صریح سے ثابت ہے اور ان کے ایمان وعمل پر رضاء ورضوان کی مہر بھی ثبت ہے:

۱:-''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا .'' (المائدۃ:۱۱۹)

۲:-''لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ .'' (الفتح:۲۹)

ان تصریحات کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انتظامی اختلافات کو کفر وایمان کا مسئلہ قرار دینا اِن نصوص سے انحراف کو مستلزم ہے، حالانکہ شرعاً انتظامی اختلاف کرنے سے کفر لازم نہیں آتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا یہ ارشاد ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ:

''ھم إخواننا بغوا علینا .'' (السنن الکبریٰ للبیہقی، ابواب الرعاۃ، باب الدلیل علی ان الفئۃ الباغیۃ منہما لاتخرج بالبغی عن تسمیۃ الاسلام، ج:۸،ص:۳۰۰، رقم الحدیث:۱۶۷۱۳، دار الکتب العلمیۃ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنے محاربین (اہلِ جمل وصفین) سے متعلق فرمایا کہ:

’’إنا لم نقاتلهم على التكفير لهم ولم نقاتلهم على التكفير لنا ولكنا رأينا إنا على حق ورأوا أنهم على حق.‘‘

(قرب الاسناد لابی العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری، ص:۹۳۔ بحارالانوار للمجلسی، ج:۸، ص:۴۲۶)

’’ہم نے ان کو کافر سمجھ کر ان سے لڑائی نہیں کی اور نہ وہ ہم کو کافر سمجھتے تھے، لیکن ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اور وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔‘‘

۷:.....مسلمات پر وحدتِ امت کا باہمی تعلق مسلم ضرورت ہے

دنیا کے تمام طبقات (مسلم وغیرمسلم) کے ساتھ مسلمات ومشترکات پر وحدت وامن کا تعلق ہوسکتا ہے تو اسلامی فرقوں کی نسبت رکھنے والے فرقوں کا اسی اصول پر باہمی تعلق بھی استوار ہوسکتا ہے، اس راستے اور دروازے کو اپنے اوپر بند کرنے کے بجائے کھلا رکھنا ہماری ضرورت ہے:

’’قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ.‘‘ (آل عمران:۶۴)

ترجمہ: ’’تو کہہ اے اہل کتاب! آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہراویں اس کا کسی کو اور نہ بناوے کوئی کسی کو رب سوا اللہ کے، پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔‘‘

۸:.....شدید اختلافِ رائے اور پرامن بقائے باہمی کی مثالیں

قرآن وسنت کی رو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہرحال معیارِ ایمان ہیں، ہدایت کی کسوٹی ہیں، ان سے عنادی اختلاف‘ دین سے انحراف ہے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا دعوائے ایمان بے بنیاد ہے، مگر اس کے باوجود ایسے عناصر کے وجود کی نفی یا صفایا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ہمارے اعتقاد کے لحاظ سے ایسے لوگ غلط ہونے کے باوصف معاشرے کا حصہ ہیں۔ ان کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کے فارمولے پر بات ہونا سماجی ضرورت ہے اور ہر دور میں معاشرے کے سنجیدہ طبقے اس ضرورت کا احساس کرتے چلے آئے ہیں۔ تحریکِ ختمِ نبوت، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)، متحدہ مجلسِ عمل اور اتحادِ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ اور ملی یکجہتی کونسل وغیرہ اس کی خارجی مثالیں ہیں۔

چنانچہ اتحاد واشتراکِ عمل کی یہ مثالیں اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ تمام فرقے اپنے اپنے فکری وعملی امتیاز کو اپنی حدود تک محدود رکھتے ہوئے دوسروں کے ساتھ مشترکات ومسلمات کے لیے چلنا چاہیں تو

چل سکتے ہیں، اس میں کسی کا مسلک ہرگز مانع نہیں ہے۔ اگر اس کارِ خیر میں کسی فرقے کے کچھ افراد مانع بنتے ہوں تو ایسے افراد کو متعلقہ مسلک کی ترجمانی کے مواقع سے سختی کے ساتھ دور رکھا جائے۔ یہ بھی ہر مسلک کی مسلکی و معاشرتی ذمہ داری اور ضرورت ہے۔

۹:.....اکثریتی رائے اور جذبات کا احترام ہر لحاظ سے ضروری ہے

یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ پاکستان سنی اکثریتی ملک ہے۔ اکثریتی رائے کا احترام ہر جگہ ہر کسی کے ہاں شرعی، اخلاقی اور قانونی فرض سمجھا جاتا ہے۔ اس شرعی و اخلاقی ضابطے کی رو سے یہ مطالبہ بالکل بجا ہے کہ اہلِ تشیُّع اپنی مسلکی انفرادیت کے بیان و اظہار میں کسی بھی ایسے اقدام سے باز رہیں جس سے اکثریتی طبقہ کے احساسات مجروح ہوں۔ یہ ذمہ داری ان پر زیادہ ہے، کیونکہ اہلِ سنت میں سے کوئی بھی اہلِ تشیُّع کے مقدسات کے بارے میں بالخصوص قرونِ اولیٰ کی ہستیوں کے بارے میں کفریہ یا توہین آمیز کلمہ کہنے کو اپنے بھی ایمان کا ضیاع سمجھتا ہے۔ اہلِ تشیُّع بھی ایسا ہی رویہ اپنائیں، ورنہ سارے تنازعات اور ان کے منفی اثرات کے موردِ وہی لوگ ٹھہریں گے، جیسے موجودہ حالات میں بعض عاقبت نااندیش شیعہ حضرات نے اہلِ سنت کے ہاں مقدس ہستیوں کے بارے میں گستاخانہ کالک پورے شیعہ مسلک کے منہ پر ملتے ہوئے پورے مسلک کو شریکِ جرم بنانے کی کوشش کی۔

۱۰:.....کسی بھی دین و دھرم کے مقدسات کی توہین اور ردِ عمل کا قرآنی حکم

شریعتِ اسلامیہ کی رو سے کسی بھی طور پر کسی انسان کو گالم گلوچ یا کسی کے مقدسات کو سب وشتم کرنا کسی طور پر بھی جائز نہیں، بلکہ یہ عمل تمام مذاہب میں ناجائز ہی ہے۔ اسلام میں کسی مومن یا اسلامی نسبت کے حاملین اشخاص کے بارے میں نازیبا گوئی کی حرمت ہمارے متنازع فیہا احوال سے پہلے وارد شدہ ہے، بلکہ سب و شتم سے احتیاط کے حکم کی بنیاد تو انسانی شرافت پر قائم ہے۔ اسلام میں تو یہ بھی جائز نہیں ہے کہ کسی غیر مسلم کے اس مقدس کی توہین کریں جو آپ کے نزدیک قطعی باطل ہے۔ اگر کسی شیعہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اعتقادی یا طبعی عناد یا پرخاش ہے تو وہ اپنے اس عقیدے کی عنداللہ جواب دہی سے قبل انسانی بنیادوں پر اس بات کا پابند ضرور ہونا چاہیے کہ وہ اہلِ سنت کے انسانی احترام کی خاطر ان کے ایمانی معیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اپنی زبان بند رکھے۔ قرآن کریم نے خالص کفار کے مقدسات اور معبودانِ باطلہ کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے، اس اسلامی حکم کا پاس ہمیں آپس کے تنازعات میں کیوں فراموش ہوجاتا ہے؟ کیا ان فرامین کی صداقت میں شبہ ہے؟ یا ہمارا ایمان کوئی بنیاد نہیں رکھتا؟! قرآن کریم میں ارشاد ہے:

’’وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ.‘‘ (الانعام:۱۰۸)

ترجمہ: ''اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا، پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدوں سمجھے، اسی طرح ہم نے مزین کر دیا ہر ایک فرقہ کی نظر میں ان کے اعمال کو، پھر ان کو اپنے رب کے پاس پہنچنا ہے، تب وہ جتلا دے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے۔''

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کے مقدسات کو برا بھلا کہنے پر ردِ عمل سامنے آئے تو اس کی ذمہ داری مقدسات کو برا بھلا کہنے والے پر عائد ہوگی۔

۱۱:.....اموات کے بارے میں زبان بندی کا نبوی حکم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اب دنیا میں نہیں رہے، اموات کی فہرست میں تو شامل ہو ہی چکے ہیں، عام اموات کے بارے میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں جس رعایت، تسامح، زبان بندی اور سب وشتم سے اجتناب کا حکم ہے کم از کم اسی حکم کو مان لیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''لا تسبوا الأمواتَ فإنهم قد أفضوا إلٰی ما قدموا.''

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما ینہی من سب الأموات، ج:۲،ص:۱۰۴، رقم الحدیث:۱۳۹۳، ط: دار طوق النجاۃ)

''مردوں کو برا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ وہ لوگ اس سے مل چکے ہیں جو انہوں نے پہلے بھیجا ہے۔''

۱۲:.....اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے مخالفین کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات

اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی محبت کا لبادہ اوڑھ کر بزعمِ خود اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے مخالفین پر لعن طعن کرنا خود ائمہ اہلِ بیت بالخصوص حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے صریح ممانعت منقول ہے، چنانچہ نہج البلاغہ جس کی اسناد وارسال کے بارے میں اہلِ سنت کو اگرچہ تأمل ہے، مگر اہلِ تشیُّع کے ہاں یہ متداول ہے اور اس کے حوالے دیئے جاتے ہیں، وہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد واضح منقول ہے جس میں آپؓ نے اپنے مخالفین کے سب وشتم سے روکا ہے۔ (نہج البلاغۃ مترجم اردو،ص:۵۷۱، خطبہ نمبر:۲۰۴، از مفتی جعفر حسین، مطبوعہ: لاہور)

اس بیانِ برحق کے مطابق کوئی شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے دفاع یا محبت کے لبادے میں کسی کو اُن کا مخالف ٹھہرائے یا سب وشتم کرے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شیعہ نہیں ہوسکتا، اس کا مذہبی وایمانی مقام خود اہلِ تشیُّع کے کبار اہلِ علم ہی متعین فرمائیں۔

۱۳:.....مروجہ دعائے عاشورہ کی مسلکی واستنادی حیثیت

اہلِ تشیُّع کے ہاں مروجہ دعائے عاشوراء جس میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن طعن کا آمیزہ ہے، اور اسی کی وجہ سے حالیہ انتشار بھی پیدا ہوا ہے۔ اہلِ تحقیق صاحبانِ علم کی تصریحات شاہد ہیں کہ یہ دعا اہلِ تشیُّع کے کسی معتبر امام ومقتدیٰ سے مروی نہیں ہے۔ جہاں جہاں یہ دعا منقول ہے، اکثر ومعتبر کتب میں یہ دعاء محض مناجات اور مقدس ہستیوں کے توسل پر مبنی ہے، کسی کے لعن طعن کا تذکرہ نہیں، بعض جگہوں میں لعن کے الفاظ

بھی ملتے ہیں، مگر کسی معین شخص یا اشخاص کے ناموں کے بغیر ہی ملتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لعن طعن، ناموں کی تعیین کے ساتھ یا دعاؤں میں تبراء بازی شیعوں کے مذہب کا ضروری حصہ ہرگز نہیں ہے۔

بلکہ اہلِ تشیُّع کے معتبر مراجع کے مطابق یہ دعا چھٹی صدی کے ایک فتنہ پَرور صفوی بے دین بادشاہ نے ایجاد کی ہے۔ ایک بے دین فتنہ پَرور بادشاہ کی من گھڑت دشنام طرازی کو شیعہ مذہب کے ساتھ جوڑنا‘ خود شیعہ مذہب کی غلط اور فتنہ انگیز ترجمانی ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اہلِ تشیُّع کے سنجیدہ اصحابِ علم اس حقیقت کو جانتے ہیں اور اپنی حد تک اس کی نکیر بھی کرتے ہیں۔ اگر اس طرح کی خرافات اور فتنہ انگیز اُمور کے بارے میں اہلِ سنت کے کسی ردِ عمل سے قبل خود اہلِ تشیُّع ہی نوٹس لے لیں اور اس کے تدارک وانسداد کی کوشش کریں تو کوئی بھی فتنہ پرور اپنے مذموم مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

۱۴:.....شیعہ سنی کے مشترک دشمن اور اشتعال انگیزی کے وارداتی حربوں کے ادارک کی ضرورت

اہلِ سنت اور اہلِ تشیُّع کے تمام سنجیدہ اور صاحبِ علم لوگوں کو سمجھنا چاہیے، بلکہ اکثر سمجھ بھی چکے ہیں، اسی وجہ سے سب کچھ سمجھ میں آ چکنے کے بعد ہر طبقہ مسلکی بنیاد پر لڑائی بھڑائی سے بیزار بھی ہو چکا ہے، پھر بھی مشترکہ دشمن باہمی دست و گریبان کرانے کے لیے کیسے کامیاب ہو جاتا ہے؟ اس پر سوچنا چاہیے، ایسے سازشی عناصر کا طریقۂ واردات دیکھیں کہ موجودہ نازک دور میں اہلِ سنت کے بعض لوگوں کے ذریعہ باہمی تکفیر کے فتووں کو نفیاً یا اثباتاً دُہرانا یا اہلِ تشیُّع کی طرف سے اہلِ سنت کے ہاں مقدس ہستیوں کے خلاف توہین آمیزی کا ارتکاب کرانا بڑا ہی معنی خیز ہے، یہ تو اوس وخزرج کے درمیان خوابیدہ دشمنی کی چنگاریوں کو ہوا دینے والے کردار کی دُہرائی ہے۔ اس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ وطنِ عزیز کو ایک بار پھر ۱۹۸۰ء کی دہائی میں دھکیلا جا رہا ہے۔ باخبر طبقے جانتے ہیں کہ ایرانی انقلاب کے بعد اسی طرز کے انقلاب کے لیے پاکستان میں تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ کا عنوان سامنے آیا تھا، پھر اس کے ردِ عمل میں پاکستان کی ۴ دہائیاں آگ و خون کی نذر ہوئیں۔ بلاشبہ پاکستان سنی اکثریتی ملک ہے، لیکن اہلِ تشیُّع بھی مذہب پرست شہری ہیں، مذہب وشہریت کے جملہ حقوق ان کو بھی حاصل ہیں، وہ ایران کے اہلِ سنت کے مقابلہ میں یہاں زیادہ آزاد ہیں، اس لیے یہاں ان کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، کہ وہ اپنی مذہبی ومسلکی آزادی کا استعمال اپنی حدود اور مثبت نہج تک محدود رکھیں۔ اس مسلکی حق کو منفی نہج پر لے جانا خود اُن کے لیے نقصان دہ ہے۔ جو عناصر مسلکی اختلافات کو منفی نہج پر لے جا کر خلفشار کا باعث بنتے ہیں، وہ اہلِ سنت سے زیادہ خود اہلِ تشیُّع کے دشمن ہیں۔ اہلِ تشیُّع کے کبار اہلِ علم کو ایسے لوگوں سے کھلم کھلا براءت کا اظہار کرنا چاہیے، یہ اُن کی مسلکی ضرورت ہے۔

۱۵:.....ملک کے انتظامی وعسکری اداروں کے لیے لمحۂ فکریہ

پاکستان کے دینی، انتظامی اور عسکری حلقوں کے لیے حساس لمحہ فکریہ یہ ہے کہ نیشنل ایکشن پلان،

پیامِ پاکستان جیسے قومی ضوابط کے ہوتے ہوئے مقدس ہستیوں کے بارے میں بدگوئی، یا تکفیر کی جسارت مذکورہ پلان و پیام کی نفی ہے، بلکہ ایک طرح سے فرقہ وارانہ فسادات کے ذمہ داروں کا تعیُّن بھی ہو رہا ہے۔ یہ نازیبا حرکت اہلِ سنت سے زیادہ اہلِ تشیُّع کو تنہا کرنے، ہر قسم کے تکفیری و انتشاری الزام کا مورد اور مجرم ٹھہرانے کا اقدام ہے۔ اہلِ تشیُّع کی صفوں میں موجود ایسے شیعہ دشمن عناصر کے خلاف کارروائی، ان سے لاتعلقی اور ان کی شدید سرزنش اہلِ تشیُّع کے نہ صرف مفاد میں ہے، بلکہ ان کی شرعی و معاشرتی ذمہ داری بھی ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کئی اہلِ تشیُّع اس ذمہ داری کا احساس رکھتے ہوئے کردار بھی ادا کر رہے ہیں، جب کہ بعض اب تک عذرِ گناہ بدتر از گناہ اور ''دفاعِ مجرم سنگین از جرم'' کی مکروہ شکل بنے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے نیشنل ایکشن پلان اور پیغامِ پاکستان کے متعلقہ ضابطوں کے اجراء بلکہ احیاء کی ضرورت ہے، ورنہ قانون اور قانون نافذ کرنے والوں کی کمزوری' جرائم کی تقویت اور پشت پناہی کی فہرست میں شامل ہو جاتی ہے۔

۱۶:.....شیعہ سنی خلفشار کے خاتمے کے لیے مناسب لائحہ عمل

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک دفعہ پھر حقیقی پیغامِ پاکستان کا اعادہ کریں، شیعہ سنی خلفشار کے تناظر میں فی الوقت حقیقی پیغامِ پاکستان کی تین بنیادی اکائیاں ہیں، جن پر اہلِ سنت اور اہلِ تشیُّع کو کشادہ دلی اور دور اندیشی کے ساتھ ایک دوسرے کے قریب آ جانا چاہیے، وہ اکائیاں یہ ہیں:

(الف):- تمام سنی اور شیعہ اس پر متفق ہیں اور اس کا اظہار بھی کریں کہ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمارے ایمان کا بنیادی امتیازی حصہ ہیں، ان کے بغیر کسی بھی مدعیِ ایمان کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔

ب:- جانبین سے اس بات کو بصدق و یقین مانا جائے اور اظہار بھی کیا جائے کہ نبی علیہ السلام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنیادِ اسلام، معیارِ ایمان اور عادل ہیں، اس جماعت کو ایک طرف کر کے جو اسلام پیش کیا جائے وہ کچھ اور تو ہوسکتا ہے، مگر اسلام نہیں ہوسکتا۔

ج:- اصل بات یہ ہے جو تمام مذہب پسندوں کو سمجھنی چاہیے کہ ہمارے ملک کے بعض حلقوں کے کچھ عناصر ہمیں پرامن دیکھنا نہیں چاہتے، وہ اپنے مقاصد کی برآری کے لیے مختلف حربوں کے ذریعہ صدیوں پرانے اختلافات کو موقع بموقع ہوا دینے کی کوشش میں رہتے ہیں، ان کی یہ کارستانیاں اب سب کو سمجھ آ جانی چاہئیں۔ ہم کسی کے لڑانے اور ملانے کے بجائے خود ہی لڑنا بھڑنا چھوڑ دیں اور مسلمات و مشترکات کے اصولوں پر آپس میں قربتیں رکھیں، ایسی سازشوں کے لیے اپنے مسلکی اختلافات کو استعمال کرنے کی کسی کو اجازت نہ دیں، اسی میں عافیت ہے۔

اللّٰہم عافنا فیمن عافیت و أعذنا من کید الکائدین ومکر الماکرین